مسئلہ قضا وقدر کے متعلق اسلامی تعلیم کے بعض ابتدائی امور

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳؍فروری ۱۹۷۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں مَیں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مَیں قضا وقدر کے متعلق چند خطبات دینے کا ارادہ رکھتا ہوں چنانچہ آج میں بالکل سادہ طریق پر قضا وقدر کے متعلق ابتدائی درس دینا چاہتا ہوں تا کہ بڑے اور چھوٹے، مرد وزن اور ظاہری علوم کے لحاظ سے زیادہ پڑھے ہوئے یا کم پڑھے ہوئے سب دوستوں کو سمجھانے کی کوشش کروں رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ (طٰهٰ:۲۶ تا ۲۹) خدا کرے کہ مَیں آپ کو سمجھانے میں کامیاب ہو جاؤں۔

یہ کارخانۂ عالَم، یہ ہماری دنیا اسباب کی دنیا ہے اور ہر چیز کا ایک سبب ہوتا ہے پھر اس کے پیچھے ایک اور سبب پھر اس کے پیچھے ایک اور سبب، اس طرح ایک لمبا سلسلہ چلتا ہے اور ایک حد پر جا کر انسان کا علم ٹھہر جاتا ہے۔ دوسرے وقت میں یہ ٹھہرا ہوا علم چند قدم اور پیچھے چلتا ہے اور کچھ اور سبب اور مؤثرات معلوم کر لیتا ہے اور انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ بھوک لگائی ہوئی ہے ہمارے ملک میں عام طور پر دو یا تین بار بھوک لگنے پر سیری کا سامان کیا جاتا ہے بعض ممالک میں زیادہ بار کھانا کھایا جاتا ہے اور بعض بیماروں کو ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہر ڈھائی تین گھنٹے کے بعد کچھ نہ کچھ کھاؤ مگر تھوڑا کھاؤ بہرحال جسم

میں ایک کمزوری کا احساس پیدا ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ایک عام آدمی کہتا ہے کہ کھانے سے میرا پیٹ بھر گیا اور کھانے نے میری بھوک دور کر دی یعنی جو آخری سبب تھا وہاں تک اس کی نظر گئی۔مَیں مثال میں بھی بعض مرحلے اور بعض Steps چھوڑ جاؤں گا تا مضمون زیادہ مغلق نہ ہو جائے۔بعض دوسرے علاقوں کو دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے عوام بڑے محنت کش ہیں اور ان کی دانشمندانہ محنت نے ہماری قوم کی بھوک دور کر دی ہے مثلاً چین ہے یہ تو وہ خود مانتے ہیں کہ ساری بھوک ابھی دُور نہیں ہوئی لیکن تاہم وہ بہت حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔چین میں کام کرنے والوں کی ایک خاص (چھوٹی اکائی) بریگیڈ ہے جو کہ غالباً دس پندرہ ہزار کی آبادی والے علاقے پر مشتمل ہے اس کو ٹاچاؔؤ کہتے ہیں ان کے افسر اور عہدیدار بڑے زیرک ہیں۔اُنہوں نے اپنے محنت کشوں کو اِس طرح سنبھالا کہ اُنہوں نے اپنی ضرورت سے زیادہ کھانے والے اجناس کی پیداوار کی اور پھر اُنہوں نے اور دوسرے علاقوں کو کہا کہ ان کی نقل کرو چنانچہ چین میں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے عوام کی محنت نے ہماری بھوک کو دُور کر دیا۔ایک اور وقت میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ کسی جگہ قحط پڑ گیا اور کچھ عرصہ رہا (مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے قحط کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے) اور اس کے بعد پھر بارشیں ہوئیں اور قحط کے آثار دُور ہو گئے چنانچہ اس علاقے میں اس وقت یہ کہا گیا کہ بارشوں نے ہماری بھوک کو دور کرنے کا سامان پیدا کیا کیونکہ بارشوں نے غلّہ اُگایا۔ایک اور شخص جس کو زیادہ علم حاصل ہے وہ کہتا ہے کہ ہوا کے دباؤ کچھ اِس طرح کی شکلیں اختیار کر گئے کہ جو ہوائیں بادلوں کو لے کر اُڑ رہی تھیں ان کا رُخ ہمارے علاقے کی طرف ہو گیا اور اِس طرح ہوا کے اِس مناسب دباؤ کی وجہ سے ہمارے علاقے کا قحط دُور ہو گیا۔فصلیں اچھی ہو گئیں اور ہماری بھوک کے دُور ہونے کا سامان پیدا ہو گیا۔میرے عزیز بچو اور بڑو! مَیں یہ بتا رہا ہوں کہ یہ اسباب کی دُنیا ہے اور علل کی دُنیا ہے۔کسی چیز کو دُور کرنے کی کوئی وجہ بنتی ہے مثلاً سردی لگتی ہے تو کپڑا اسے دُور کرتا ہے اور اگر کپڑا بھی اسے دُور نہ کرے یا کپڑا نہ ہو (دونوں شکلیں ہوتی ہیں) تو پھر آگ سینکنے سے وہ دُور ہو جاتی ہے۔

جو لوگ محض اسباب کو دیکھتے ہیں اور ان اسباب کے پیچھے جو حقیقت ہے اس پر ان کی

نظر نہیں جاتی وہ لوگ ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں اور ان کو خدا ماننے لگ جاتے ہیں۔ کھانے کے سلسلے میں ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ جی ہمیں کچی گندم پھانکنی پڑتی لیکن آگ نے ہماری بھوک دُور کرنے کا سامان پیدا کر دیا یعنی یا تو بھٹی میں دانے بھونے گئے یا توے کے اُوپر روٹی پکی۔ آگ کے بغیر تو روٹی نہیں پک سکتی چنانچہ اس دُنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو آگ کی پرستش کرنے لگ گئے کیونکہ اُنہوں نے اس سبب کو جس نے اور بہت ساری باتوں کا علاج کیا تھا اور ان کا سبب بنا تھا اس کو ہی خدا سمجھ لیا۔ افریقہ میں اور ہندوستان میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن درختوں کی وہ لکڑی استعمال کرتے ہیں یا ان کے سایہ کے نیچے تپش سے بچتے ہیں یا اور بہت سے فوائد اُٹھاتے ہیں وہ ان درختوں کی ہی پوجا کرنے لگ گئے اور اس سبب کی ہی پرستش شروع کر دی۔ پھر دُنیا میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے لئے جو دوائی تھی اس کو وہ دوا کے طور پر استعمال نہیں کر سکے اور اس کے غلط استعمال کے نتیجہ میں انہیں دُکھ پہنچا مثلاً سانپ سے جس غرض کے لئے کہ وہ ہے وہ فائدہ نہیں اُٹھا سکے اور اُس نے بچے کو کاٹا اور گھر والوں کو بڑی پریشانی اُٹھانی پڑی اور یہ مثال جو مَیں دے رہا ہوں اس میں مَیں کہتا ہوں کہ پریشانی کے بعد علاج کے ساتھ وہ بچہ اچھا ہو گیا لیکن چونکہ دس پندرہ دن پریشانی کے گزرے تو اُنہوں نے کہا کہ اِس بَلا سے نجات پانے کے لئے ہمیں اِس بلا کی پرستش شروع کر دینی چاہئے اور اُنہوں نے سانپ کی پوجا شروع کر دی۔ آج کی دُنیا میں بھی سینکڑوں مثالیں ملیں گی اور انسانی تاریخ میں بھی ہزاروں مثالیں ایسی ملیں گی کہ انسان نے سبب کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور جو اس سبب کو پیدا کرنے والا تھا یعنی اللہ، وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ابھی مَیں نے ایک مثال دی ہے کہ آج کا دہریہ یہ اعلان کرنے لگ گیا کہ ہمارے عوام ہمارا خدا ہیں۔ یہ مَیں نے خود پڑھا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے عوام بڑی محنت کرتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں، بڑی تکلیف اُٹھاتے ہیں اور بڑی سمجھ کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور اُنہوں نے اپنی اِس محنت اور فراست کے نتیجے میں ملک سے غربت اور بھوک کو دُور کر دیا ہے ہمارے عوام ہمارا خدا ہیں۔ پھر ہماری یہ دُنیا اور ہمارا یہ ملک جس میں ہم بستے ہیں اس میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دولت ہی سب کچھ ہے اس واسطے جائز اور ناجائز

طریقوں سے روپیہ کماؤ۔ بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ سیاسی اقتدار ہی سب کچھ ہے اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ جائز اور ناجائز طریقوں سے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن اسلام یہ نہیں کہتا۔ اسلام کہتا ہے کہ اسباب تو درست ہیں لیکن ان کا ایک مسبّب بھی ہے۔ یہ عِلل جو کہ ایک کے بعد دوسری کو پیدا کرتی چلی جاتی ہے یہ تو موجود ہیں لیکن ان سب کے پیچھے ایک علّت العِلل بھی ہے۔ عام آدمی اور بچے شاید اِس اصطلاح کا مفہوم نہیں سمجھ سکیں گے اِس لئے یوں کہو کہ وہ ہستی جو دُنیا کے تمام اسباب اور عِلل کو پیدا کرنے والی ہے۔ میں نے جو مثال دی تھی اس کے لحاظ سے بعض لوگوں نے کہا کہ بارش پانی برساتی ہے بعض نے کہا کہ ہوائیں بادلوں کو لے کر آتی ہیں اِس لئے ان کی وجہ سے پانی برسا۔ قرآن کریم نے سورۂ نُور میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے وہ سبب اور سامان پیدا کئے کہ جن کے ذریعے سے سمندروں پر بخارات بنتے ہیں پھر یہ انتظام کیا وہ بخارات جو اپنے اندر بڑا پھیلاؤ رکھنے کی وجہ سے بارش برسانے کے قابل نہیں ہوتے ان کو ہوائیں بعض سمتوں کی طرف لے جاتی ہیں۔ پھر وہاں ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ ان بخارات میں ایک اتّصال اور اتحاد پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ تہہ بہ تہہ بادل بن جاتے ہیں جن کو ہم کالی گھٹائیں کہتے ہیں اور پھر خدا تعالیٰ گرمی، سردی اور ہوا کے دباؤ وغیرہ وغیرہ کے ذریعے ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ جن لوگوں کو وہ اپنی بارش کی رحمت سے نوازنا چاہتا ہے اس طرف ہوائیں اُن بادلوں کو لے جاتی ہیں اور وہ وہاں برستے ہیں اور بعض لوگوں کو خدا تعالیٰ اپنے غصے کے اظہار کے لئے اور اِس لئے کہ وہ سمجھیں اور اپنے پیدا کرنے والے ربّ کی طرف واپس آئیں ان بادلوں سے محروم کر دیتا ہے۔ اس چیز کے اظہار کے لئے اِسلام نے کہا کہ تقدیر ہے اور خدا تعالیٰ جو کہ علّت العِلل ہے اس نے اس حقیقت کی طرف توجہ پھیرنے کے لئے یہ کہا کہ ہوتا وہ ہے جو خدا چاہتا ہے۔ وہ نہیں ہوتا جو سمندر کے بخارات چاہتے ہیں نہ وہ ہوتا ہے جو وہ ہوائیں چاہتی ہیں جو ان بخارات کو اڑا کر لے جاتی ہیں۔ نہ وہ ہوتا ہے جو وہ اُونچے اُونچے پہاڑ چاہتے ہیں جہاں جا کر ایسے سامان پیدا ہوتے ہیں کہ یہ بخارات آپس میں مل جاتے ہیں اور نہ وہ سامان کچھ کر سکتے

ہیں کہ جن کے نتیجے میں تہہ بہ تہہ کالی گھٹائیں بن جاتی ہیں اور نہ وہ ہوائیں کہ جوان بادلوں کو جہاں مرضی لے جائیں۔ پس ان تمام واسطوں سے انقطاع حاصل کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ نے اسلام میں یہ تقدیر کا مسئلہ، یہ قضا وقدر کا مسئلہ بتایا تا کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے رب سے دُور نہ ہو جائے اور محض اسباب کا نہ ہو جائے اور صرف اسباب پر ہی بھروسہ نہ کرنے لگے اور اسباب کو اتنا طاقتور نہ سمجھے کہ وہ جس کو چاہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں۔ وہ تو سامان ہیں ان سامانوں کا پیدا کرنے والا ربّ فائدہ پہنچاتا ہے، یہ سامان نہیں فائدہ پہنچاتے۔ قرآن کریم نے بہت سی مثالیں دے کر اس چیز کو واضح کیا ہے پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (الفرقان:۳)

یعنی ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے اور ایک اندازہ مقرر کیا ہے یہ ہے تقدیر۔ مثلاً ایک خاص قِسم کی گرمی کے اندر اس نے یہ خاصیّت رکھی۔ یہ اندازہ رکھا کہ وہ بخارات اُڑا لے گی۔ پھر سورۂ نُور میں یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض دفعہ جن پر خدا تعالیٰ غصّے ہوتا ہے ان کی طرف بادل لے جاتا ہے اور وہ بادل کہ جب ان کے بخارات اُٹھ رہے ہوتے ہیں تو ان کے اندر کوئی ٹھوس چیز نظر نہیں آتی۔ ان کے اندر سے یا ان کے نتیجہ سے بڑے بڑے حجم والی چیزیں گرنی شروع ہو جاتی ہیں مثلاً ژالہ باری ہے۔ زمیندار دوست جانتے ہوں گے کہ کچھ عرصہ کے بعد کبھی کسی علاقہ میں اور کبھی کسی علاقہ میں عین اُس وقت ژالہ باری ہو جاتی ہے کہ جب فصلیں تیار ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ انسان اپنی حماقت سے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہماری کھیتیوں کی گندم کی بالیں ہماری بھوک کو دور کریں گی تب خدا تعالیٰ بادلوں کو کہتا ہے کہ وہاں جاؤ اور ان کو بتاؤ کہ ان میں تو کوئی طاقت نہیں ہے۔ گندم کے کھیت یا گندم کی بالیں یا ان سے جو گندم حاصل ہوتی ہے وہ بھوک کو دُور نہیں کرتیں بلکہ جو ان کا پیدا کرنے والا ہے وہ بھوک کو دُور کرتا ہے۔ مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا ایک دفعہ ہمارے اس علاقے میں صرف پندرہ منٹ ژالہ باری ہوئی اور پانچ چھ مہینے کی فصلوں میں سے بعض کھیتوں میں سَو فیصد گندم ٹوٹ کر زمین پر گر گئی اور تباہ ہو گئی اور کسی جگہ روپے میں سے بارہ آنے اور کسی جگہ روپے میں سے آٹھ آنے اور کسی جگہ چار

آنے یعنی اس طرح کم وبیش نقصان ہوا۔ شام کے وقت سورج غروب ہونے سے چند منٹ پہلے ژالہ باری ہوئی تھی۔ یہاں ہماری زمین پر جو میرے کارندے کام کر رہے تھے وہ آئے ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ مجھے بڑا غصہ آیا وہاں اندازاً روپے میں سے آٹھ آنے نقصان ہوا تھا میں نے کہا کہ تم یہ روتے ہو کہ فصل کے آٹھ آنے تباہ ہو گئے تم نے وہاں اللہ اکبر کا نعرہ کیوں نہیں لگایا کہ خدا نے تمہارے آٹھ آنے بچالئے۔ آٹھ آنے تباہی کا مطلب ہے نا کہ آٹھ آنے بچ گئے اور یہ اس کا بڑا احسان ہے ہمارا تو کوئی زور نہیں ہے اور نہ ہمارا حق ہے اس پر، اس نے بڑا فضل کیا ہے چنانچہ میں نے انہیں واپس بھیجا اور کہا کہ جاؤ اور آدھا گھنٹہ وہاں نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر کی آواز بلند کرو اور **الحمد لِلّٰہ** کا وِرد کرو اور آدھے گھنٹے کے بعد آ کر مجھے رپورٹ کرو کہ ہم نے یہ کام کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والا ہے اُس کی چیز تھی اُس نے لے لی۔ پس اِس قسم کے سبق دینے کے لئے قرآن کریم نے کہا کہ خدا کی تقدیر چلے گی۔ ہوگا وہی جو خدا چاہے گا۔ یہ تقدیر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس دُنیا میں سامان نہیں ہیں بلکہ وہ مسبّب الاسباب ہے۔ ایک سبب کے بعد دوسرا سبب آجاتا ہے لیکن ان تمام اسباب کو پیدا کرنے والا اللہ ہے وہ خود بخود نہیں پیدا ہو گئے۔ پھر خدائی علم کے مطابق ہر چیز میں اندازے ہیں اور ان کا ایک دوسرے پر جو اثر ہوتا ہے اس کے متعلق اندازے ہیں مثلاً اگر پانچ دس اکائیوں کی یہ شکل بن جائے تو اس کا یہ نتیجہ نکلے گا اور اگر ذرا سی شکل بدل جائے تو اس کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ ہوا کے اور فضا کے جو ڈیپریشن (Depression) ہیں ان کے ذرا ذرا سے فرق کے ساتھ ان کے مختلف نتیجے نکلتے ہیں اور ہواؤں کے راستے متعیّن ہوتے ہیں اور ہوا کے اندر تیزی پیدا ہوتی ہے اور وہی چیز جو بادلوں کو لانے کا سبب ہے وہ بعض دفعہ اتنی شدت اختیار کر جاتی ہے کہ ڈیڑھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور وہ مکانوں کو بھی اُڑا کر لے جاتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینے کے لئے اور مسلمان کے دل میں توحید خالص کو پیدا کرنے کے لئے یہ تقدیر کا مسئلہ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آخری عِلّت جس سے کہ آگے سب کچھ چلا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرۃ: ۱۱۸) کہ خدا تعالیٰ نے ان آسمانوں اور

زمین کو پہلے کسی نمونے کے بغیر پیدا کر دیا ہے

وَ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ (البقرۃ:۱۱۸) کہ جب وہ اپنے منصوبہ اور منشاء اور ارادہ کے مطابق عدم سے کوئی چیز وجود میں لانا چاہتا ہے تو کُنۡ کہتا ہے اور وہ ہو جاتی ہے اور دوسری جگہ فرمایا:-

خَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا (الفرقان:۳) کُنۡ کہنے کی شکل قرآن کریم نے یہ بتائی ہے کہ اس نے سات زمانوں میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۔ پس کُنۡ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسباب نہیں بنائے اور ان کے بغیر ہی انہیں پیدا کیا بلکہ اس دُنیا میں جس میں ہم رہتے ہیں یا مجھے کہنا چاہیئے کہ اس عالمین میں، اس کائنات میں اور اس یونیورس (Universe) میں جس کا انسان کے ساتھ تعلق ہے اس میں پیدا ہونا اور پھیلنا اور نشوونما پانا اسباب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق ہے یہ درست ہے کہ اس نے کُنۡ کہا اور سارے انتظام ہونے لگے اور جہاں تک آخر میں انسان کا تعلق ہے (یہ سارے عالمین خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کئے ہیں سَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡهُ (الجاثیۃ:۱۴) ہمارے لئے وہی چیز اَن گنت اسباب کے نتیجہ میں پیدا ہوئی مثلاً ہمارے لئے ستاروں کی روشنی پیدا کی۔ وہ بھی ہماری فصلوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور بعض ستاروں کی روشنی کئی کھرب روشنی کے سالوں کے بعد زمین پر پہنچی ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ کُنۡ نہیں تھا بلکہ اُس وقت کُنۡ ہو گیا تھا کہ تم نے روشنی پہنچانی ہے۔ پھر ہر چیز میں اندازہ مقرر ہے مثلاً خدا نے یہ اندازہ رکھا ہے کہ روشنی ایک منٹ میں اتنا سفر طے کرے گی۔

فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا سارے قوانین قدرت کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو باندھ دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ (بنی اسراء یل:۲۴) یہ قضا ہے اور یہ الٰہی تقدیر ہے کہ اس نے یہ فیصلہ کیا ہے انسان سوائے خدا کے اور کسی کی پرستش نہ کرے نیز دوسری جگہ فرمایا کہ:-

مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذّاریات:۵۷) یعنی

جن وانس کو وہ روحانی قوتیں اور استعدادیں عطا کی گئی ہیں کہ وہ اپنے رب کی پرستش کر کے اس کے انتہائی قرب کو حاصل کر سکتے ہیں، یہ ہے قضا وقدر۔ یہ خدا کی تقدیر اور اس کا اندازہ ہے یعنی انسان کی فطرت میں اور اس کی خُو میں اس نے اپنے اندازے کے مطابق یہ رکھا اور یہ چیز پیدا کی کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کر کے اس کا عبد بن سکتا ہے، اس کا فرمانبردار بندہ بن سکتا ہے اور اس کا مطیع بن سکتا ہے اس کی فطرت میں یہ ''اندازہ'' ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے شیطان کو یہ کہہ دیا ہے کہ جن پر تیرا بس چلے انہیں فریب دے لیکن جو میرے بندے ہیں ان کے اوپر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔ تو یہ قضا ہے، یہ تقدیر ہے کہ انسان خدا کا بندہ بنے لیکن اس تقدیر نے شیطان کو بھی یہ مہلت دے دی کہ وہ بعض لوگوں کو بہکانے کے قابل ہو جائے۔

پس تقدیر کے معنی ہیں ایک تو یہ کہ علّت العلل یعنی تمام سامانوں اور تمام اسباب کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور دوسرے یہ کہ اس نے اپنے قوانین میں اور اندازے میں جن کو ہم قوانین قدرت کہتے ہیں ہر چیز کو لپیٹا ہوا ہے اور محیط کیا ہوا ہے۔ ہر چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس نے ایک اندازے کے مطابق اس میں اپنی صفات کے جلوے رکھے ہیں یعنی اس کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ اس حد تک جا سکتی ہے اس سے آگے نہیں جا سکتی۔

تو جس تقدیر کو اسلام ہمارے سامنے پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ ایک اور خالقِ کل ہے لیکن اس یونیورس میں، اس عالمین میں اور اس کائنات میں، ہماری زندگی میں یہ نہیں ہوتا کہ ہمیں بھوک لگے اور آسمان سے خدا کی آواز آئے اور پیٹ بھر جائے۔ نہیں بلکہ اس نے سامان پیدا کئے ہیں اور اس دُنیا میں تدریج کا قانون رائج کیا ہے۔ ہر چیز تدریج کے ساتھ ہوتی ہے اور پھر ہر چیز کے ساتھ اندازے ہیں فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا۔ تدریج ایک بنیادی اصول ہے لیکن اس میں بھی اندازے ہیں مثلاً ایک بیکٹیریا ہے اس کی زندگی کا تسلسل چند سیکنڈ میں ختم ہو جاتا ہے اس میں جوانی آتی ہے پھر وہ آگے بے تحاشا اپنی نسل چھوڑتا ہے اور پھر ختم ہو جاتا ہے اور ایک گھوڑے کی زندگی ہے اس میں بھی ایک تدریج ہے گھوڑی کے حمل کا اپنا زمانہ ہے جو کہ دوسری قسم کی مادہ سے مختلف ہے، پھر بچہ پیدا ہوتا ہے پھر وہ جوان ہوتا ہے پھر بوڑھا ہوتا ہے اور عام طور پر عرب گھوڑوں کے علاوہ جو دوسری نسلیں ہیں ان کی عمریں ۲۲۔۲۳ سال سے زیادہ

نہیں ہوتیں اس کے مقابلہ میں ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ انسان کی اوسط عمر بحیثیت انسان گھوڑے کی عمر سے ۳ گنا زیادہ ہے۔ وَاللّٰہُ اَعلَمُ۔ صحیح اندازے تو اللہ تعالیٰ کو ہی پتہ ہے نیز ڈاکٹر کہتے ہیں کہ گھوڑے کی اوسطً عمر کتّے کی عمر سے ۳ گنا زیادہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے اندازے پیدا کئے ہیں۔ یہ نہیں کہ کتا یہ کہے کہ میں دوسو سال زندہ رہوں۔ یہ تقدیر الٰہی کے خلاف ہے یعنی اس نے کتے کی زندگی کے جو اندازے مقرر کئے ہیں یہ اس کے خلاف ہے اس لئے یہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر حالات درست ہوں تو کیا خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ اندازے اور تقدیر کے مطابق اپنی عام زندگی گزار سکتا ہے۔ پس ساری نشوونما تدریجی ہے اور اندازوں کے مطابق ہے مثلاً اگر آپ دنبے کو صحیح مقدار میں صحیح قسم کا کھانا دیں تو ایک خاص نسل کے دُنبے کا وزن ۴۰ سیر یا ۴۵۔۵۰ سیر ہو جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ اندازہ ہے کہ اگر اس کو اتنا ملے گا تو اس کا وزن اتنا ہو جائے گا گویا اس کے جسم کی نشوونما کی طاقتوں اور کھانے کی قسموں کو تقدیر نے باندھ دیا ہے اور اگر اتنا نہیں ملے گا تو تقدیر کہتی ہے کہ اس کا وزن ۱۰۔۱۵ سیر سے زیادہ نہیں ہوگا، ہم نے اپنی زندگیوں میں خود اس کا تجربہ کیا ہے۔

پس تقدیر کا اور قضا وقدر کا جو غلط تصور دُنیا کے ذہن میں ہے اسلام وہ نہیں پیش کرتا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ یہ اسباب کی دُنیا ہے اور یہ عِلل کی دُنیا ہے لیکن وہ لوگ جو صرف اسباب کی طرف ہی متوجہ ہو جاتے ہیں اور انہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور شرک کرتے اور اسباب پر اتنا بھروسہ کرتے ہیں جتنا کہ ان کو اپنے خدا پر کرنا چاہئے وہ غلطی کرتے ہیں۔ سارے اسباب اپنی جگہ درست ہیں انسان کی خدا داد طاقتیں اور استعدادیں اپنی جگہ درست لیکن خدا تعالیٰ کو نہیں چھوڑنا، اس کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیئے۔ پس ایک مسلمان کو توحید پر قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنی شریعت میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے اسوہٗ میں یہ سبق دیا ہے کہ قضا وقدر سے کوئی چیز باہر نہیں ہے یعنی تمام اسباب کا پیدا کرنے والا اور تمام عِلل کا پیدا کرنے والا بھی ہمارا خدا ہے۔ روٹی بھوک دور نہیں کرتی اور نہ ہمیں طاقت دیتی ہے بلکہ خدا بھوک دور کرتا ہے اسی واسطے قرآن کریم بہت سے مقامات پر درمیانی واسطوں اور اسباب کا ذکر چھوڑ دیتا ہے اور اس پیدائش عالمین کی جو اصل حقیقت ہے وہ بیان کر جاتا ہے

لیکن قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے اور قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر پوری طرح سمجھنے کے لئے قرآن کریم پر ہی غور کرنا پڑے گا۔ قرآن کریم خود اپنا مفسر ہے۔ وہ دوسری جگہ بتائے گا کہ جہاں پر درمیانی واسطوں کا ذکر نہیں ہے وہاں خرابی پیدا کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک نہایت حسین انفرادی زندگی اور ایک نہایت حسین اجتماعی معاشرہ پیدا کرنا مقصود ہے۔ وہ انفرادی زندگی اور وہ اجتماعی معاشرہ جس کا ایک پختہ اور پکا اور صحیح اور حقیقی تعلق اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ ہو۔ اس لئے خدا تعالیٰ بہت سے مقامات پر درمیانی واسطوں کا ذکر چھوڑ دیتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ ہی اللہ ہے جیسے کہ ہم کہتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ اللہ ہی اللہ۔ باقی اس نے اسباب بھی پیدا کئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ گھر سے تو کچھ نہ لائے۔ اور یہی حقیقت ہے۔

آج کے خطبہ میں کچھ اصطلاحیں بچوں کے لئے نسبتاً ثقیل ہوں گی اس لئے میں بچوں کی زبان میں اسے پھر دہرا دیتا ہوں۔ اللہ ایک ایسی عظیم ہستی ہے کہ جو اپنی ذات میں اور اس کے اندر جو طاقتیں ہیں ان میں بے نظیر اور بے مثل ہے اور سب کچھ اسی نے پیدا کیا ہے اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اس میں اس نے اپنی منشاء کے مطابق آہستہ آہستہ بڑھنے کے اصول کو مقرر کیا ہے۔ اے بچو! تم بچے ہو اور اکثر سکولوں میں پڑھ رہے ہو پہلے تم پہلی جماعت میں جاتے ہو پھر دوسری میں پھر تیسری میں اور دسویں جماعت میں پہنچنے کے لئے تمہیں دس درجوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ یہ اصول کہ ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اُٹھتا ہے یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ اصول ہمارے رب نے پیدا کیا ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ اس میں اصل حکمت یہ ہے کہ انسان اپنی مرضی سے لیکن اس دائرہ اختیار میں کہ جو خدا نے ہمیں دیا ہے اپنے خدا کی طرف رجوع کر کے اس کے بے انتہا پیار کو حاصل کرے اور جس کو ہم قضاوقدر کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہمارے پیدا کرنے والے محبوب اور پیارے رب نے بہت ساری چیزیں بنائی ہیں جو کہ ایک میں سے دوسری نکلتی ہے جس طرح کہ گٹھلی میں سے درخت نکل آتا ہے اور درخت میں سے بہت ساری گٹھلیاں نکل آتی ہیں اور خدا تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ ایک سکول ماسٹر میں سے وہ بچے نکل آتے ہیں جو سکول میں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور

ان بچوں میں سے وہ استاد بن جاتے ہیں کہ جو سکول میں پڑھانے لگ جاتے ہیں۔ یہ ایک چکر چلایا ہوا ہے لیکن چلایا اللہ نے ہے یہ سب سامان ہیں۔ خدا نے چھوٹے سامان بھی پیدا کئے ہیں اور بڑے سامان بھی پیدا کئے ہیں۔ خدا نے ایسے سامان بھی پیدا کئے ہیں جو تھوڑی دیر کے لئے انسان کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں مثلاً دو چھٹانک آٹا جو کہ میں ایک کھانے میں کھاتا ہوں اس نے میری ایک بھوک ماری اور خدا تعالیٰ نے گندم کے اُگانے کا بھی سامان کیا ہے جو کہ بہت لمبا عرصہ چلتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے چھوٹے سامان بھی پیدا کئے اور بڑے سامان بھی پیدا کئے، تھوڑے وقت کے لئے کام کرنے والے سامان بھی پیدا کئے اور ہزاروں لاکھوں سال تک کام کرنے والے سامان بھی پیدا کئے۔ کم اثر رکھنے والے سامان بھی پیدا کئے اور بہت بڑا اثر رکھنے والے سامان بھی پیدا کئے جن کے ذریعے قومیں بڑی طاقتور ہوگئیں لیکن ہمیں اس نے یہ کہا کہ میں نے جو سامان پیدا کئے ہیں ان کی پرستش نہ کرنا اور ان کو خدا نہ سمجھ لینا بلکہ مجھے سمجھنے کی کوشش کرنا اور میری طرف رجوع کرنے کے لئے مجاہدہ کرنا۔ پھر میں تمہیں ایسی جنتیں دوں گا کہ میرے پیار کے جو پھل ہیں ان کے مقابلہ میں دُنیا کی کوئی لذت اور کوئی شیرینی نہیں رکھی جا سکے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید خالص پر قائم ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ قضا وقدر کے متعلق میرا ابتدائی سبق یا درس ہے۔ اس کے بعد ذہن میں تین اور چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ پھر دُعا کا کیا مطلب؟ دوسرے پھر عمل پر اجر اور ثواب کا کیا مطلب؟ اور تیسرے یہ کہ پھر محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو اللہ دی مرضی ہوئی ہو جائے گا آرام نال سوئے رہو چادر تان کے۔ اسلام یہ نہیں کہتا۔ قضا وقدر کا جو مسئلہ ہے وہ نہ ہمیں کاہل اور سست کرتا ہے اور نہ وہ ہمیں باندھ کر یہ کہتا ہے کہ ہم مجبور ہیں ہم کیا کریں۔ بچہ شرارتیں کرتا رہے اور سکول میں پڑھے ہی نہ اور کہے کہ میں تو مجبور ہوں۔ بس اللہ کی تقدیر۔ یہ درست نہیں اور نہ یہ کہ پھر دعا کا کیا فائدہ جو ہونا ہے وہ تو دُعا کے بغیر بھی ہو جائے گا۔ تو ان پہلوؤں کے متعلق میں انشاء اللہ تفصیل کے ساتھ مثالیں دے کر بعد میں بیان کروں گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس مسئلے کو حل کرنے کی توفیق دے گا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴؍مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ تا ۶)